حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب رضوی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!!

خدا کرے آپ کے مزاج بخیر ہوں!

بہت دنوں سے چاہ رہا تھا کہ آپ سے کچھ عرض کر کے اپنے ذہن کا ایک خلجان دور کروں لیکن ہمت نہیں ہو پا رہی تھی کہ کہیں آپ ناراض نہ ہوں۔ ابھی آپ کی دو تازہ کتابیں **''اذان واقامت کا صحیح نظریہ''** اور **''علماے دیوبند کی تکفیر کیوں؟''** کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ دونوں ہی کتابوں میں آپ نے جس طرح ''مسلک اعلی حضرت'' کا دفاع کیا ہے، اور اس کا خلاف کرنے والوں کی خبر لی ہے، وہ آج کے دور میں آپ ہی کا حصہ ہے۔ مگر برا نہ مانیں تو عرض کروں کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کے فتویٰ کے خلاف ٹی وی کے جواز کا فتوی آپ نے کیسے دے دیا ہے؟ جب کہ پہلے تو آپ حضور تاج الشریعہ کے حامی ہی نہیں، پورے طور پر علم بردار تھے۔ اور اب کیا ہو گیا کہ جو چیز پہلے ناجائز تھی اب جائز ہو گئی؟ کیا امید رکھوں کہ تشفی بخش جواب دے کر **''مسلک اعلی حضرت''** کو ماننے والے مجھ جیسے لاکھوں لوگوں کو حقیقت حال سے واقف کرائیں گے؟ والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اے گرفتار ابوبکر وعلی

تو چہ دانی راز سرِّ ی وجلی

آج کے **''مزعوم مسلک اعلی حضرت''** نہیں، بلکہ امام احمد رضا کے حقیقی مسلک کا دفاع اور اس کی تائید وحمایت میری زندگی کا **مقصد اولیں** ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی پر خاتمہ فرمائے! **اٰمین، اٰمین بجاہ ھادی الھادیین، سیدالمرسلین، صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وصحبہ ومن اتبعھم الی یوم الدین**۔ اور وہ بھی اس لیے نہیں کہ ''وہ مسلک اعلی حضرت ہے'' بلکہ اس لیے کہ وہی حق وصواب اور ایمان وسُنّیت سے عبارت ہے۔

یہ صحیح ہے کہ میں پہلے جاندار کی تصویر کشی کی بنا پر ٹی وی، ویڈیو کے استعمال کو ناجائز سمجھتا تھا، اور آج بھی اصلاً ناجائز ہی سمجھتا ہوں۔ لیکن زمانہ کے بدلتے حالات نے مجبور کر دیا کہ اس کے جواز کا قول کیا جائے۔ جس کو سمجھنے کے لیے پہلے مقدمہ کے طور پر اسلام کا یہ بنیادی اصول ذہن میں رکھنا ہوگا کہ:

اسلام کے کچھ قوانین غیر متبدل ہیں، ان میں کبھی بھی اور کسی حال میں بھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اصول فقہ کی اصطلاح میں ان قوانین کو **حسن لعینہ** ۔ یا۔ **حسن لذاتہ** نا قابل سقوط کہا جاتا ہے۔ جیسے:

اللہ تعالی کو ایک ماننا ☆ اس کے فرشتوں کا اعتقاد رکھنا ☆ اس کی کتابوں پر ایمان لانا ☆ پیغمبروں کو برحق سمجھنا ☆ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا۔ یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ حضور خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہوا، نہ ہوگا، اور نہ

شرعاً ہوسکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ضروریات دین پر یقین رکھنا۔اورایک جملہ میں کہنا چاہیں تو کہیے کہ اسلام میں ایمان کا قانون غیر متبدل قانون ہے۔کبھی بھی اور کسی بھی حال میں اس کے اندر تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

اس کے برخلاف اسلام کے کچھ قوانین ایسے ہیں جو کبھی، بعض حالات میں تبدیل ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں، جن کو اصول فقہ کی اصطلاح میں قابل سقوط کہا جاتا ہے۔جیسے:

☆اللہ ورسول پر دل سے ایمان لانے کے ساتھ ساتھ زبان سے کلمۂ طیبہ **لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا اقرار بھی کرنا۔ لیکن اگر دشمن اسلام سر پر ریوالور تانے کھڑا ہو اور اللہ کی وحدانیت یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کے انکار پر مجبور کر رہا ہو؛ اور آدمی یہ سمجھے کہ اس کی بات پر عمل نہ کریں گے تو وہ مار ہی ڈالے گا۔ایسی حالت میں زبان سے انکار کر دینا جائز ہے، بس دل میں تصدیق باقی رہنی چاہئے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔

[سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو]

☆نماز ہر عاقل وبالغ مسلمان پر فرض ہے، مگر حیض ونفاس کی حالت میں عورت سے ساقط ہے۔

☆شراب پینا مسلمانوں کے لیے حرام قطعی ہے، لیکن کہیں پینے کی کوئی دوسری چیز دستیاب نہیں اور پیاس سے جان جارہی ہے، تو حلال ہے۔قرآن فرماتا ہے:

ومن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔

[تو جو ناچار ہو، نہ یوں کہ خواہش سے کھائے، اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے، تو اس پر گناہ نہیں۔]

☆کتّا، بلّی اور سؤر کا گوشت مسلمانوں کے کے لیے حرام ہے، لیکن کہیں کھانے کی کوئی چیز دستیاب نہیں اور بھوک سے جان جارہی ہے تو حلال ہے۔اگر نہ کھائے اور بھوک سے جان دے دے تو گنہگار ہوگا۔

کشف الاسرار ص ۴۷۱ میں ہے:

اعلم ان من اضطر علی تناول المیتۃ او شرب الخمر لخوف الھلاک علی نفسہ من الجوع او العطش او اکرہ علی ذالک یباح لہ التناول ولا یسعہ الامتناع فی ذالک ،ولو صبر حتی مات او قتل اثم۔

[جان لیجے کہ جو بھوک، پیاس یا کسی کے ڈرانے پر اتنا مجبور ہو جائے کہ مردار نہ کھائے یا شراب نہ

پئے تو جان چلی جائے ،اس کے لیے کھا پی لینا جائز ہے، باز رہنا جائز نہیں۔صبر کر کے مر جائے یا قتل ہو جائے تو گناہ ہوگا۔]

☆اپنی ہی انگلی کاٹ کر پھینک دینا حرام ہے، لیکن خدانہ کرے! کوئی ایسا مرض ہو جائے کہ انگلی کاٹ کر نہ پھینکے تو پورا ہاتھ ہی بیکار ہو جائے۔ایسی صورت میں انگلی کاٹ کر پھینک دینا، ناجائز نہیں، جائز ہے۔آج کون ہے جو آپریشن کی افادیت بلکہ ضرورت سے انکار کرے اور اسے ناجائز کہے۔

حدیث پاک میں ہے:

من ابتلی ببلیتین فلیخیر اھونھما.

[جو دو بلاؤں میں گھر جائے وہ کمتر کو اپنا لے۔](المقاصد الحسنۃ)

اسی لیے فقہ اسلامی کا **قاعدۂ کلیہ** ہے:

الضرورات تبیح المحظورات[ضرورتیں ناجائز چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں]

چودھویں صدی ہجری کے سب سے بڑے فقیہِ اسلام **امام احمد رضا** علیہ الرحمۃ نے ''**فتاویٰ رضویہ**'' کی پہلی ہی جلد میں ان وجوہات کو وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے، جن کی وجہ سے اسلامی وشرعی قوانین میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔جو چاہے وہاں ملاحظہ کر لے۔

پہلی وجہ جس کی بنا پر شریعت کے حکم میں تبدیلی ہو سکتی ہے اور بعض محرمات قطعیہ بھی جائز، بلکہ واجب تک ہو جایا کرتی ہیں، اس کا نام ہے **ضرورت ہے**۔جیسے: جان بچانے کے لیے کُتا، بلّی، سور کھانے کی ضرورت ہو تو کھا کر جان بچا لے؛ اور ایسا کرنا نہ صرف جائز، بلکہ واجب ہے۔کوئی ایسا نہیں کر کے مر جائے گا تو گنہگار ٹھہرے گا۔

دوسری وجہ جس کی بنا پر شریعت کے حکم میں تبدیلی ہوتی ہے اور بعض محرمات بھی جائز ہو جاتی ہیں، اس کا نام **دفع حرج یا حاجت** ہے۔جیسے ہاتھ پاؤں میں کوئی ایسی چیز لگی رہی جس کی وجہ سے وضو کا پانی نہیں اندر تک نہیں پہنچا، تو وضو نہیں ہوتا ہے۔مگر رنگ ریز کے ناخن میں رنگ کا جرم رہ جائے، تو اس کا وضو ہو جائے گا۔

تیسری وجہ جس کی بنا پر شریعت کے حکم میں تبدیلی ہوتی ہے، اس کا نام **عُرف** ہے۔جیسے: کوئی عرب اپنی بیوی سے عربی زبان میں کہہ دے: انـفُکِ طـالـق [تمہاری ناک کو طلاق] تو طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن ایک ہندوستانی اردو زبان میں کہہ دے ''تمہاری ناک کو طلاق'' تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

فتاویٰ رضویہ مترجم ج۱۱ص۵۴۴ میں ہے:

عربی ، فارسی میں انفک طالق ، بریئۃ تو طلاق کہے تو کچھ نہیں...اور ہمارے یہاں ظاہراً اس میں طلاق ہو جانا چاہئے۔

فتاویٰ عالم گیری ج۱ص۱۶۲ میں ہے:

علی متبعی الجنازة الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر و قرأة القرآن کذا فی شرح الطحاوی.

[جنازہ کے ساتھ چلنے والوں پر لازم ہے کہ چپ رہے، بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے جیسا کے شرح طحاوی میں ہے۔

چوتھی وجہ: جس کی وجہ سے شریعت کے حکم میں تبدیلی ہوسکتی ہے، اس کو **تعامل** کہتے ہیں۔ جیسے اصل کے مطابق متعین رقم اور کھانے کے عوض ملازمت جائز نہیں؛ کیوں کہ معلوم نہیں کتنا کھائے گا؟ مگر آج گھریلو ملازم سے لے کر امام، مؤذن، مدرس، مفتی، سب کا تقرر اسی طرح ہوتا ہے اور تعامل کی وجہ سے حکم جواز ہے۔

پانچویں وجہ: جس کی وجہ سے شریعت کے حکم میں تبدیلی ہوتی ہے، وہ **اہم مصلحت** ہے۔ جیسے اصل مذہب کے مطابق جنازہ کے ساتھ چلنے میں خاموش رہ کر اپنی موت کو یاد کرنے کا حکم ہے۔

فتح القدیر مطبوعہ مکتبہ زکریا ج۲ ص۱۴۳ میں ہے:

یکرہ لمشیھا رفع الصوت بالذکر والقرأة.

[جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر اور تلاوت مکروہ ہے۔]

مگر اس زمانے میں لوگوں کو ذکر و تلاوت، حمد و نعت اور درود و سلام سے منع کر کے چپ رہنے کے لیے کہا جائے تو وہ چپ رہنے کی بجائے دنیاوی باتوں میں مشغول ہو جائیں گے۔ اس لیے مصلحت کا تقاضا ہوا کہ حمد و نعت اور درود و سلام پڑھا جائے۔

تقریرات رافعی ج۳ ص۱۲۳ میں ہے:

فی السندی ما نصه ونقل عن السید الطاهر الاهدل انه قال السنة وان کانت ههنا السکوت لکن قد اعتاد النا س کثرة الصلاة علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ورفع اصوا تهم بذٰلک وهم ان منعوا ابت نفوسهم عن السکوت والتفکر فیقعون فی کلام دنیاوی وربما وقعوا فی غیبة و انکار المنکر اذا افضیٰ الیٰ ماهو اعظم منکر ا کان تر که احب ارتکاباً لاخف المفسدین کما هو القاعدة الشرعیة انتهیٰ .

[سندی میں ہے کہ حضرت سید طاہر اہدل سے منقول ہے: انہوں نے فرمایا ہے: سنت تو یہی ہے کہ اس موقع پر خاموش رہا جائے مگر لوگوں میں رواج پا گیا ہے کہ وہ کثرت سے بلند آواز کے ساتھ درود شریف پڑھتے ہیں۔ اب اگر ان کو روکا جائے تو وہ خاموش رہ کر فکر آخرت میں ڈوبے نہیں رہیں گے بلکہ دنیاوی باتیں کرنے لگیں گے، بسا اوقات غیبت کرنے میں بھی مبتلا ہو جائیں گے۔ جبکہ

شریعت کا قاعدہ ہے کہ کسی بُرے کام سے روکنا اگر اس سے بڑھ کر بُرے کام میں مبتلا ہو جانے کا باعث بنے تو اس سے نہ روکنا ہی بہتر ہے۔]

فتاویٰ بزازیہ ج۶ ص۳۷۸ میں ہے:

غیر الجائز أن یجوز لغرض.

[کسی اہم مقصد کی خاطر کبھی غیر جائز کام بھی جائز ہو جاتا ہے۔]

اسی لیے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنے جنازے کے لیے وصیتیں قلم بند کرائیں تو اخیر میں درود شریف وغیرہ کے اضافہ کے ساتھ یہ فرما کر دستخط سے مزین کیا کہ:

''جنازہ کے آگے آگے پڑھیں تو ''تم پہ کروروں درود'' اور ''ذریعہ قادریہ'' (حیات اعلیٰ حضرت مطبوعہ پور بندر، ج۲ ص۵۸۵)

چھٹی وجہ جس کی بنا پر شریعت کے حکم میں تبدیلی ہو جاتی ہے اس کا نام ہے **ازالۂ فساد**۔ جیسے اصل مذہب یہ ہے کہ عورت بھی مرتد ہو جائے تو نکاح ختم ہو جاتا ہے ۔لیکن اس زمانے میں نکاح ختم ہونے کا حکم دیا جائے تو جاہل اور ناقص العقل عورتیں جب شوہر سے ناراض ہوں گی، مرتد ہو کر نکاح ختم کر لیں گی۔اس لیے فتوی دیا جاتا ہے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح ختم نہیں ہوتا۔

بہر حال! مختلف وجوہات ہیں جن کی بنیادوں پر بعض احکام میں تبدیلی ہوتی ہے۔اس لیے فقہاے کرام نے فرمایا ہے:

کم من حکم یختلف باختلاف الازمنة والاحوال۔

[بہت سے احکام زمانہ کے تغیر اور حالات کے بدل جانے سے، بدل جاتے ہیں۔]

اسی طرح **اصل مذہب** کے مطابق طاعات وعبادات جیسے امامت کرنے، اذان کہنے، قرآن پڑھانے، دین کی تعلیم دینے کا معاوضہ لینا جائز نہیں۔صحابۂ کرام وتابعین عظام یہ خدمات فی سبیل اللہ انجام دیا کرتے تھے۔مگر جب زمانہ بدلا اور معاشی پریشانیوں کی وجہ سے ان کاموں کو فی سبیل اللہ انجام دینے والے حضرات کا ملنا دشوار ہو گیا، تو ائمّہ متاخرین نے ان کاموں پر تنخواہ لینا جائز قرار دیا؛ کیوں کہ اب بھی ناجائز ہی کہیں، تو مسجدوں میں جماعت کا اہتمام ہو پائے گا، نہ قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم ہو پائے گی ــــــــ لیکن وعظ وتقریر کا معاوضہ لینا حسب سابق ناجائز ہی رکھا؛ کیوں کہ وہ روزانہ اور پورے دن کا معاملہ نہیں تھا کہ اس سے واعظ ومقرر کے لیے معاش کا مسئلہ کھڑا ہوتا۔شروع میں فقیہ **ابواللیث سمرقندی** [م۳۷۳/۳۷۵] بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، مگر جب انہوں نے دیکھا کہ شہر میں تو اس کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اسلامیات سے ضروری حد تک واقف ہو جاتے ہیں۔لیکن دیہات کے رہنے والوں کے لیے سبیل نہیں بنتی ہے اور وہ اسلامیات سے بالعموم ناواقف رہے جاتے ہیں، تو دیہاتوں میں جا کر وعظ وتقریر کرنے والے حضرات کے لیے جائز ہونے کا فتوی دیا۔اور آج حال یہ ہے کہ کیا دیہات، کیا شہر! معاوضہ بنام نذرانہ کے بغیر کہیں بھی وعظ وتقریر نہیں ہو رہی ہے۔الا ماشاء اللہ۔

دشمن ،کافر ہی سہی، بہرحال انسان ہے اور تکریم انسانیت سے حصہ پائے ہوئے ہے۔حدیث پاک کے مطابق عمومی طور پر زہریلے سانپ کو بھی آگ میں جلانا منع ہے۔

ابوداؤدشریف ص۳۶۳ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کوفی سے مروی ہے:

رأی (النبی صلی اللہ علیہ وسلم)قریة نمل قد حرقناھا، فقال :من حرق ھٰذہ؟ قلنا:نحن، قال:انہ لاینبغی أن یعذب بالنار الارب النار.

[ہم نے ایک جہاد کے موقع پر چیونٹیوں کو آگ لگا دی تھی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: کس نے ان چیونٹیوں کو جلایا؟ ہم نے عرض کی: ہم لوگوں نے۔ارشاد ہوا کہ آگ سے عذاب دینا صرف آگ پیدا کرنے والے ہی کے لیے مناسب ہے۔]

آج دشمنان اسلام آتشیں ہتھیاروں کے زور پر دنیا سے اسلام اور مسلمانوں کا وجود ہی ختم کر دینے پر تُلے ہوئے ہیں۔یہ میزائیل اور ایٹمی گولے کیا ہیں؟ آگ ہی تو ہیں! تو کیا اس کے جواب میں مسلمانوں سے کہا جائے گا کہ آتشیں ہتھیار بنانا، بنوانا اور اس کا استعمال کرنا اب بھی منع ہی ہے۔تم بس، تلوار اور تیر وکمان ہی بناؤ، بنواؤ اور استعمال کرو؟

میرے بھائی! لوہا، لوہے سے کٹتا ہے۔میزائیل اور ایٹم بم کا جواب تلوار اور تیر کمان نہیں، میزائیل اور ایٹم بم ہی ہیں۔اگر آج ہم میزائیل اور ایٹم بم کے جواب میں تلوار اور تیر کمان ہی پر مصر رہیں، تو یہ مدافعت نہیں، خودکشی کا ہم معنی ہوگا۔

بلاشبہہ حدیث پاک میں **تصویر کشی** اور **فوٹو گرافی** پر سخت وعیدیں آئی ہیں اور فقہاے کرام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔لیکن جب پہلی بار ایک ملک سے دوسرے ملک کے سفر کے لیے پاسپورٹ کا قانون بنا اور اس پر تصویر لگوانا ضروری قرار پایا، تو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے خلیفہ، مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ، جو ایشیا، یورپ، افریقا دنیا کے بیشتر حصوں میں دین کی تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے ،انہوں نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے استفتا کیا اور اس کا مسئلہ پوچھا۔امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اس وقت کے حالات اور ضروریات کو سامنے رکھ کر اس کا جواب عطا فرمایا، اور حضرت مبلغ اسلام اسی فتوی کی روشنی میں دنیا، دنیا تبلیغ کرتے اور اسلام کا حقانی پیغام پہنچاتے رہے۔آج بھی اسی فتویٰ کے سہارے علماے کرام، دوسرے ممالک کا سفر اور بار بار حج وعمرہ کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، زمین ومکان کی رجسٹری کراتے ہیں، بینک اکاؤنٹ کھلواتے اور ڈرائیونگ لائسنس بنواتے ہیں۔

ٹی وی چینل سے پروگرام نشر کرنا بھی بلاشبہہ فوٹو بنانا بنوانا ہی ہے تو اصل مذہب کے مطابق یہ بھی حرام ہی ہے۔اور نامحرم عورتوں کی تصویروں پر مشتمل ہو تو اور قباحت ہوگی۔اسی بنیاد پر ابتداءً میں بھی ٹی وی پر ہر طرح کے پروگرام نشر کرنے کو ممنوع قرار دیتا تھا۔

مگر میرے بھائی! آج دوسرے ممالک تو دوسرے ممالک! خود اپنے ہی ملک ہندوستان میں ایڈوانس اور بڑے شہروں کی بات جانے دیجیے! چھوٹے شہروں اور قصبوں ہی کو لیجیے تو اس میں الا ما شاء اللہ !ہی کوئی گھر ٹی وی سے خالی ہوگا؛ کیوں کہ دنیا بھر کے احوال وکوائف سے باخبر ہونے کا سب سے اعلیٰ اور آسان ذریعہ ٹی وی ہی ہے۔اسی کے ذریعہ لوگوں کو گھر بیٹھے آسانی کے ساتھ تمام اقسام کے

علوم وفنون کی معلومات ہو جاتی ہیں۔ جس سے حسب لیاقت ومنشا بوڑھے، جوان، بچے، مرد اور عورت سب مستفید ہو رہے ہیں۔

آج اگر کوئی چاہے کہ ہم اپنے گھر کو ٹی وی کے وجود سے پاک رکھیں گے تو عموماً اس کے گھر کے بچے اپنے گھر کی بجائے چوری چھپے اور جھوٹے بہانوں سے دوسری جگہ جا کر دیکھیں گے۔ اور باہر دیکھنے میں کوئی جھجک نہیں رہے گی تو طرح طرح کی مزید بُرائیوں کے مرتکب وعادی بنیں گے، اور عالم یہ ہوگا کہ:

فرمن المطر ووقع تحت المیزاب. [بارش سے بچنے کے لیے پرنالہ کے نیچے کھڑے ہوگئے]

سب سے بڑی بات یہ کہ مرتدوں، بدمذہبوں کے چینل رات، دن قرآن وحدیث کی **ملمع کاری** سے، اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسا تو ہوگا نہیں کہ ہمارے ناجائز کہہ دینے سے لوگ ٹی وی، ویڈیو دیکھنا بند کر دیں گے۔ وہ دیکھیں گے اور شیطان کو راہ مارتے دیر نہیں لگتی، یہ ان کے دام فریب میں آجائیں گے۔ ذرا سوچئے! کتنا بڑا خسارہ ہوگا؟ اور وہ لوگ جن کو مذہب اہل سنت کی صحیح معلومات نہ ہونے کی بنیاد پر **نیوٹرل** ہیں، وہ کدھر جائیں گے؟

غیر مسلمین جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف گیری کرنا ہی اپنا شیوہ بنا رکھا ہے، جب وہ تعدد ازدواج خصوصاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج پر اپنے اپنے چینلوں سے پرفریب مسموم اعتراضات کریں گے اور آج کے مغرب زدہ، سادہ لوح مسلمان بالخصوص عورتیں اور بچیاں اُن اعتراضات کو سنیں گی۔ تو معاذ اللہ! اسلام اور پیغمبر اسلام کے تعلق سے ان کا اعتقاد کیا ہوگا؟

کیا آپ کا تجربہ بتا رہا ہے کہ وہ **صحیح علمائے اسلام** کی طرف رجوع کر کے اپنے قلوب واذہان کو اطمینان دلانے کی زحمت گوارا کریں گے؟ اگر وہ کچھ کریں گے بھی تو اپنی ہی طرح کے کسی مسلمان سے تبادلۂ خیال کر لیں گے۔ یا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ کسی بھی ڈاڑھی ٹوپی والے سے پوچھ لیں گے، اور اس سے بھی زیادہ ہوگا تو اپنے محلّہ کی مسجد کے مؤذن یا امام سے دریافت کر لیں گے۔

آج ہماری مسجدوں کی جو بالعموم صورت حال ہے، اس کے مطابق کیا یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ ان مسجدوں کے ائمہ، ان کے اذہان کی صفائی پر قادر ہوں گے؟ اگر ہم ان کے ذہن وفکر کی صفائی کے لیے کتابیں لکھیں، تو کتنے لوگ ہماری کتابیں پڑھیں گے؟۔ جلسہ وجلوس ترتیب دیں، تو کتنے مقررین حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی جیسے مفکر اسلام ہیں، جو اس فریضہ کو باحسن وجوہ انجام دے پائیں گے؟ دے بھی پائیں، تو لاکھوں، کروروں افراد نے بیک وقت وہ مسموم وپرفریب اعتراضات سُنے ہوں گے اور ہمارے جلسوں کے سامعین کتنے اور کیسے لوگ ہوں گے؟ وہ آپ کو معلوم ہے۔ ابھی کچھ دنوں پہلے ڈاکٹر ذاکر نائک، اپنے ٹی وی چینل کے ذریعہ کفریات نشر کر رہا تھا، جن کو بیک وقت کروڑوں لوگ سنتے تھے۔ جواب میں ہم نے خوب جلسے کئے اور اس پر کفر وارتداد کے فتوے دئے، قوم کو ان کی تقریر نہ سننے کی تاکید کی۔ مگر بتائیے! کتنے لوگوں نے ہمارا جواب سنا۔ کہیں دو ہزار، کہیں پانچ ہزار اور کہیں دس ہزار۔ اور گمرہی کی وہ باتیں کتنے کانوں تک پہونچیں؟ کروڑہا کروڑ۔

اس لیے اپنی اصل کے اعتبار سے ٹی وی چینلوں اور ویڈیوز کے ذریعے کسی طرح کا بھی پروگرام نشر کرنا، ناجائز ہونے کے باوجود

آج کے ماحول میں میرے نزدیک لوگوں کی ہدایت واصلاح کے لیے صحیح دینی معلومات پر مشتمل پروگرامات کی نشر واشاعت نہ صرف جائز، بلکہ کارِ ثواب ہے؛ جیسا کہ گزشتہ سطروں میں **یہ اسلامی قاعدہ** آپ کے بھی زیرِ نظر آچکا:

اذا ابتلي ببليتين فليخير أهونهما.

[آدمی دو بلاؤں میں محصور ہوجائے تو جو بلا کمتر ہو، اسے اختیار کرلے۔]

پھر **غلط فہمی** کا شکار نہ ہوجایئے گا! مَیں کارِ ثواب اس چھوٹی بلا کو اپنانے پر نہیں کہہ رہا ہوں، اس کے بالمقابل جو بڑی بلا ہے اس سے بچنے پر کہہ رہا ہوں۔ جیسے اپنے آپ مری ہوئی مچھلی کھانا بھی حرام ہے اور سور کا گوشت کھانا بھی حرام ہے۔ مگر جب کوئی بھوک سے مر رہا ہو اور اِن کے علاوہ کوئی ایسی چیز نہ ہو جسے کھا کر جان بچائی جاسکے، تو سُور کا گوشت کھانے کی بہ نسبت اس مری ہوئی مچھلی کا کھالینا ہی مستحسن ہے۔

رہی بات حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے اختلاف کی! تو وہ دراصل تصویر کشی کی وجہ سے ٹی وی، ویڈیو کے جواز وعدم جواز کا اختلاف نہیں، بلکہ **آج کے حالات میں اس کی حاجت وضرورت کے تحقق کا اختلاف ہے** ۔ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ حاجت وضرورت متحقق ہوگئی ہے، اور ان کا خیال تھا کہ حاجت وضرورت متحقق نہیں ہوئی ہے۔ جب تک میرے نزدیک بھی حاجت وضرورت متحقق نہ تھی، میں بھی عدم جواز ہی کا حکم دیتا تھا جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کرآیا۔ اگر حضرت تاج الشریعہ کے نزدیک بھی **حاجت وضرورت کا تحقق** ہوجاتا تو **بلا شبہہ وہ بھی جواز ہی کا حکم دیتے**۔ جیسے: **الیکشن کارڈ** بنوانے کی حاجت وضرورت ان کے نزدیک بھی متحقق ہوگئی تھی، تو انہوں نے بھی اس کے لیے فوٹو کھینچنے اور کھنچوانے کے جواز کا حکم دیا ہے۔

اور ضرورت کا تحقق اور عدم تحقق کے سلسلہ میں اس طرح کا اختلاف ہر دور کے فقہا وعلما میں رہا ہے۔ جیسے چیل، کوّا وغیرہ وہ پرندے جن کا گوشت کھانا جائز نہیں، ان کی بیٹ کے ناپاک ہونے میں ائمۂ احناف کا کوئی اختلاف نہیں، قول اصح کے مطابق سب کے نزدیک ناپاکی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ نجاستِ غلیظہ ہے یا خفیفہ؟ کیوں کہ نجاست غلیظہ ہو تو کپڑے میں مقدار درہم سے ذرا بھی زیادہ لگ جانے کی صورت میں دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی؛ اور نجاست خفیفہ ہو تو ہوجائے گی۔

امام اعظم اور **امام یوسف** فرماتے ہیں کہ پرندے فضا میں اڑتے رہتے ہیں اور وہیں سے بیٹ کرتے ہیں جس سے بچنا دشوار ہے لہٰذا ضرورت متحقق ہے اور حکم نجاست میں تخفیف ہوگی، اس لیے کپڑے میں مقدار درہم سے زیادہ بھی بیٹ لگ جائے تو دھوئے بغیر بھی نماز ہوجائے گی۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ پرندے ہر دم انسانوں کے ساتھ نہیں رہتے کہ ان کی بیٹ سے بچنا ممکن نہ ہو لہٰذا ضرورت متحقق نہیں ہے، اس لیے حکم نجاست میں تخفیف نہیں ہوگی، اور مقدار درہم سے زیادہ کپڑے میں لگی رہے تو نماز نہیں ہوگی۔

ہدایہ ج ۱ ص ۶۰ میں ہے:

وان اصابه خرء ما لايؤ كل لحمه من الطيور اكثر من قدر الدرهم اجزأت الصلاة

فیہ عند ابی حنیفة وابی یوسف، وقال محمد: لایجوز...هو یقول: ان التخفیف للضرورة، ولاضرورة لعدم المخالطة فلایخفف، ولهما: انها تذرق من الهواء والتحامی عنه متعذر فتحققت الضرورة.

[جن پرندوں کا گوشت کھانا جائز نہیں، ان کی بیٹ ایک درہم سے زیادہ بھی کپڑے میں لگ جائے تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک نماز ہو جائے گی، امام محمد کے نزدیک نہیں ہوگی۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ پرندے انسانوں سے گھُل مِل کر نہیں رہتے ہیں کہ ضرورت کا تحقق ہو، اور حکم میں تخفیف ہو جائے۔ امام اعظم اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ پرندے ہوا میں اڑتے رہتے ہیں اور وہیں سے بیٹ بھی کرتے ہیں جس سے بچنا دشوار ہے، اس لیے ضرورت متحقق ہے۔]

یہی وجہ ہے کہ **میرے فتویٰ جواز کی شہرت**، حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے علم میں آجانے کے بعد بھی، میں بارہا ان کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن انہوں نے اس بارے میں مجھ سے کبھی کچھ نہیں فرمایا؛ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ اختلاف در **اصل ضرورت کے تحقق** اور **عدم تحقق** کا ہے، **تصویر کشی** کو جائز قرار دینے، نہ دینے کا نہیں۔

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ